TIGHT BINDING BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222582
UNIVERSAL
LIBRARY

مثنوی

صبح امید

مصنفہ

جناب مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی

ماہ نومبر ۱۹۰۳ء

مطبع مفید عام آگرہ مین باہتمام محمد قادر علیخان صوفی چھپا

(بلا اجازت مصنف کوئی چھاپنے کا قصد نہ کرے)

تنقیح ۱۹۴۶

۶۹/۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صبح امید

ادراکِ حالِ ما نتوان کرد ہیچگاہ
حرفے ز حالِ خویش بسیما نوشتہ ایم

کیا یاد تمہین ہین وہ ایام؟
جب قوم تھی مبتلاے آلام

وہ قوم کہ جان تھی جہان کی
جو تاج تھی فرقِ آسمان کی

تھے جسپہ نثار فتح و اقبال
کسریٰ کو جو کرچکی تھی پامال!

گُل کر دیے تھے چراغ جسنے
قیصر کو دیے تھے داغ جسنے

وہ نیزۂ خون فشان۔ کہ چلکر
ٹھہرا تھا قرالش کے جگر پر

روما کے دُھوین اوڑا دیے تھے
اٹلی کو کنوین جھنکا دیے تھے

با اینہمہ جاہ و شوکت و فر
اقلیم ہنر بھی تھا مسخر

ہیئت مین بلند پایہ اوسکا
تھا فلسفہ زیر سایہ اوسکا

منطق مین ہوا جو گرم جولان
تھامے تھے رکاب مصر و یونان

میدانِ سخن جو رودبرو تھا — فارس کی زبان پہ چڑھ قوا تھا
جو فلسفیانِ ہند و چین سے تھے — خرمن سے اوسی کے خوشہ چین تھے
یہ قوم کہ تاجِ آسمان تھی — اب کوئی گھڑی کی میہمان تھی
تھے جان کے پڑ گئے جو لالے — ہر سانس پہ لیتی تھی سنبھالے
جس چشمے سے اک جہان تھا سیراب — وہ سوکھ کے ہو رہا تھا بے آب
پامال ہوا تھا بوستاں کیا! — آئی تھی بہار پر خزاں کیا!
وہ ابر کہ چھا رہا تھا یکسر — دو دن ہوئے کھل گیا برس کر
پستی نے دبا لیا فلک کو — خورشید ترس گیا چمک کو
اب خضر کو گمرہی کا ڈر ہے — عیسیٰ کو تلاشِ چارہ گر ہے
جو ابر ابھی برس گیا ہے — اک بوند کو اب ترس گیا ہے
اسلام کی جان پر بنی ہے — دم توڑ رہا ہے جانکنی ہے!
ہر چند یہ ہو چکی تھی حالت — ہم تھے وہی مستِ خوابِ راحت
غفلت نے ڈبو دیا تھا ہمکو — تقلید نے کھو دیا تھا ہمکو
مٹنے پہ جو تھا نشاں ہمارا — خواب اور ہوا گراں ہمارا
غفلت کے یہ چل رہے تھے جھونکے — گو صبح ہوئی۔ پہ ہم نہ چونکے
کس نیند میں سو گئی تھیں آنکھیں؟ — بیکار سی ہو گئی تھیں آنکھیں

ادراک وخرد سے برطرف تھا | دل یا کوئی پارۂ خزف تھا
بیکار تھا۔ بے نظام تھا دل | پہلو مین برائے نام تھا دل
تھے ہوش وحواس سب معطل | سیدھی تھی غرض نہ ایک بھی کل
تھی روز بروز حالت ابتر | بن بن کے بگڑ چلا مقدر
پیچھے ہٹنے لگی تھی بڑھ کر | دریا پہ اُتر چلا تھا چڑھ کر
عزت نہ رہی۔ نہ جاہ وثروت | افلاس کی بج چکی تھی نوبت
دولت سے جو ہاتھ دھو چکے تھے | ہم علم وہنر بھی کھو چکے تھے
وہ فلسفۂ کہن ہمارا | گنجینۂ علم وفن ہمارا
وہ اوج کمال نکتہ دانی | یعنی وہ مسائل معانی
منقول کی انتہا سے تکمیل | آئین واصول جرح وتعدیل
ترتیب گذارش دلائل | اس طرح کے اور بھی مسائل
اندوختۂ سلف تھا جو کچھ | وہ لعل تھا یا خزف تھا جو کچھ
تھے ذرۂ خاک۔ یا ستارے | اب کچھ نہیں ہاتھ میں ہمارے
معقول کو۔ فقہ کو۔ ادب کو | ہم ہاتھ سے کھو چکے ہیں سب کو
بیہودہ فسانہاے پارین ؎ | زلف وخط وخال کے مضامین
وہ نوک مژہ کی نیزہ بازی ؎ | وہ ترک نگہ کی فتنہ سازی

یہ طرز خیال تھا ہمارا
جغرافیۂ وجود سارا ؛
کی سیر بھی گرچہ بحر و بر کی
نالوں سے دکھائے عجب تماشے
دریا ٹھہرایا چشم تر کو ؛
چھیڑا رگ دل کو نیشتر سے
اس کوچۂ تنگ و تار سے ہم
کھایا کیے گو ہزار چکر ؛
چرچا یا ذکر تھا - تو یہ تھا
اپنی تو ہمین نہ کچھ خبر تھی
لڑ پڑتے تھے بات بات مین ہم
دکھلائی کمال دینداری
تکفیر ہمارا ہی چلن تھا
دشمن کو نکر سکے موافق
گمراہ تو سیکڑون بنائے ؛
خُلقِ نبوی کی تھی یہ تصویر !

یہ فن - یہ کمال تھا ہمارا
ہرچند کہ ہمنے چھان مارا ؛
لیکن نہ خبر ملی کمر کی
گردون کے اوڑا دیے پرخچے
خون نابہ فشان کہا جگر کو
نالون کو لڑا دیا اثر سے
اس پیچ سے - اس حصار سے ہم
تا زیست نکل سکے نہ باہر
جولان گہ فکر تھا - تو یہ تھا
اورون کے عیوب پر نظر تھی
ڈوبے تھے تعصبات مین ہم
مومن کو بنا دیا جو ناری ؛
زندیق - تو تکیۂ سخن تھا
مومن کو بنا دیا منافق ؛
رستے پہ نہ ایک کو بھی لائے
آپس مین ہر ایک گرم تکفیر ؛

تصنیف مین گالیون کی بھرمار!
تحریر - کہ لعنتون کا انبار

برپا تھے وہ مسجدون مین فتنے
دیکھے نہ سنے کبھی کسی نے

آپس مین نفاق کا یہ عالم!
یہ اوس سے خفا وہ اس سے برہم

اللہ رے یہ وفورِ غفلت!
سمجھے تھے رواج کو شریعت!

باطل پہ فدا - تو حق سے بیزار!
تقلید پہ کس بلا کا اصرار!

دیندار براے نام تھے ہم
وابستۂ رسمِ عام تھے ہم

تھے رسم و رواج پر فدا سب
تحقیق سے کچھہ غرض نہ مطلب

سمجھے نہ ذرا - کہ وقت کیا ہے؟
کس سمت زمانہ چل رہا ہے؟

نیرنگیون پر نہ کچھہ نظر کی
یعنی کہ ہوا ہے اب کدہر کی؟

کیا پیش ہے؟ کیسی صورتین ہین؟
کیا وقت ہے؟ کیا ضرورتین ہین؟

رنگ و روشِ سپہر کیا ہے؟
اب طرزِ خرام دہر کیا ہے؟

ہین چرخ کی اب نئی ادائین
چلنے لگین اور ہی ہوائین

چھیڑے سے جو گئے نئے فسانے
نغمہ وہ رہا - نہ وہ ترانے!

پھونکا ہے فلک نے اور افسون
اب رنگِ زمانہ ہے دگرگون

سیارے ہین اب نئی چمک کے
وہ ٹھاٹھہ بدل گیے فلک کے

اب صورتِ ملک و دین نئی ہے
افلاک نئے - زمین نئی ہے

سب بھول گیے ہین ماسبق کو
گردون نے اولٹ دیا ورق کو

تیور جو بدل گیے قضا کے٭
ڈھنگ اور ہین چرخ فتنہ زا کے

میخانۂ اولین ہمارا٭
وہ جام۔ وہ ساتگین ہمارا

وہ لطف کے تذکرے وہ فرصت
وہ گرمیِ انجمن۔ وہ صحبت٭

وہ سحر و فسونگری زبان کی٭
وہ طرز۔ وہ شوخیان بیان کی

وہ دُرجِ دُرِ سخن ہمارا
گنجینۂ علم و فن ہمارا

جو زینت و ساز تھے ہمارے
جو مایۂ ناز تھے ہمارے

جس باغ کے برگ و ساز تھے ہم
یعنی کہ چمن طراز تھے ہم

جو دشت تھا سبزہ زار ہم سے
جس باغ پہ تھی بہار ہم سے

جس بزم کے میگسار تھے ہم٭
جس ملک کے تاجدار تھے ہم

جھونکے جو چلے نئی ہوا کے
آغوش مین آگیا فنا کے

وہ بزم رہی۔ نہ جام و ساغر
یکبار اولٹ گیا وہ دفتر

دیکھی یہ روش تو پھر خردمند
ہونے لگے طرز نو کے پابند

گرنے بھی نپائے تھے کہ سنبھلے
بدلا جو زمانہ۔ وہ بھی بدلے

طرز و روشِ زمانہ حال٭
جس ڈھنگ پہ ہے چلی وہی چال

یان اور جو قافلے روان ہین
سب یادِ صبا سے ہمعنان ہین

لیکن نقشِ زمین رہے ہم
بیٹھے تھے جہان وہین رہے ہم

گر کر نہ کبھی ابھر سکے ہم
بگڑے - تو نہ پھر سنور سکے ہم

گو غیر اب اہلِ انجمن ہین
ہم گرمِ فسانۂ کہن ہین

ابتک ہین بغفلت آرمیدہ
محوِ چمنِ خزان رسیدہ

ہرچند وہ بزم ہے - نہ احباب
ہم دیکھ رہے ہین پر وہی خواب

گو لطمہ خورِ زمانہ ہین ہم
مخمورِ مئے شبانہ ہین ہم

اوس گنج گہر پہ ہم ہین نازان
جسکا کوئی جوہری نہین یان

تاہم جو وہ انجمن نہین ہے
اِس نقد کا اب چلن نہین ہے

اب عیب ہین سب ہنر ہمارے
ہین پوچھتے کم گہر ہمارے

ازبسکہ ذلیل و خوار ہین ہم
افسانۂ روزگار ہین ہم

ہے اوج پہ بخت بد ہمارا
دیکھے کوئی جذر و مد ہمارا

کیا کوئی سنے فغان ہماری
دلدوز ہے داستان ہماری

ہم مایۂ عبرتِ جہان ہین
ہم ننگِ زمین و آسمان ہین

ناچار ہین خستہ حال ہین ہم
عبرتکدۂ زوال ہین ہم

مٹنے پہ ہے اب نشان ہمارا
گمگشتہ ہے کاروان ہمارا

کس ندانست کہ منزلگہِ مقصود کجاست

این قدر ہست کہ بانگِ جرسے مے آید

ماتم تھا یہی - کہ آئی ناگاہ
اک سمت سے اِک صدائے جانکاہ!

اس شان سے تھی وہ آہِ دلگیر
پہلو مین اثر بغل مین تاثیر

دل ہاتھ سے لینے مین بلا تھی
جادو تھی؟ فسون تھی؟ جانے کیا تھی؟

ڈوبی ہمہ تن جو تھی اثر مین
نشتر سی اوتر گئی جگر مین؛

جس سمت سے آئی تھی وہ آواز
وہ جلوہ نمائے سحر اعجاز

جنبش جو ہوئی رگِ اثر کو
دل تھام کے سب بڑھے اودھر کو

دیکھا - تو وہان بجاہ و تمکین
آیا نظر ایک پیرِ دیرین

صورت سے عیان جلالِ شاہی
چہرے پہ فروغِ صبحگاہی

وہ ریش دراز کی سپیدی؛
چھٹکی ہوئی چاندنی سحر کی

پیری سے کمر مین اک ذرا خم
توقیر کی صورت مجسم؛

وہ ملک پر جان دینے والا
وہ قوم کی ناؤ کھینے والا

اوٹھتے ہوے جوش سی برقّت
ہے مرثیہ خوان قوم و ملّت

نالان ہی کہ "اب سے بھی تو جاگو!
اے خوابِ گران کے سونے والو!

آخر کبتک یہ خوابِ غفلت؟
اولٹو تو ذرا نقابِ غفلت؟

تاچند رہو گے مست و سرشار؟
اوٹھو! کہ سحر ہوئی نمودار

سوچو تو ذرا کہ حال کیا ہے؟ — کس خواب مین ہو؟ خیال کیا ہے؟
غفلت مین جو شب بسر ہوئی ہے — لو اٹھو اٹھو سحر ہوئی ہے
کچھ تمکو خبر ہے - یا نہین ہے؟ — کچھ دل پہ اثر ہے - یا نہین ہے
اغیار کے طنز کو بھی سنکر — لگتے نہین کیا جگر پہ نشتر؟
دیکھو تو ذرا یہ حالتِ زار! — کیون قید بلا مین ہو گرفتار؟
ہو گردِ رہِ صفا پسین کیون؟ — اس بزم مین خوار ہو تمھین کیون؟
کیون تیرِ ستم کے ہو نشانہ؟ — بگڑا ہے تمھین سے کیون زمانہ؟
کس نے تمھین اوج سے اتارا؟ — اقبال نے کیون کیا کنارا؟
کیون بار ہو تم دلِ زمین پر؟ — کیون برق بلا گری تمھین پر؟
کس پیچ مین رہ گیے ہو پھنسکر؟ — کیا ہو کہ اُجڑ گیے ہو بسکر؟
افلاس مین تم جو ہو گرفتار — بیٹھے ہو جو نقشِ پا سے بیکار
شکوے ہین جو بیزری کے تمکو — لالے ہین جو نوکری کے تمکو
حرفت کو جو کر چکے ہو غارت — برباد جو ہو چکی تجارت
ہر علم و ہنر سے بیخبر ہو — صنعت مین جو تم شکستہ پر ہو
مدخل جو نہین کمال مین کچھ — وسعت جو نہین خیال مین کچھ
افعال جو سخت مبتذل ہین — تدبیر کے دست و پا جو شل ہین

روناہے تمھین اب آج جنکا!
خود کردہ ہین کیا علاج اُنکا!
غفلت مین جو خوب سو چکے ہو
ہونا جو نہ تھا۔ وہ ہو چکے ہو
دنیا کے نہ کام کے۔ نہ دین کے
افسوس! ارہے نہ تم کہین کے
نکبت کی گھٹا ہے سر پہ چھائی
افلاس کی ہر طرف دُہائی
اب عیش نصیب ہے۔ نہ آرام
گھر گھر مین مچا ہوا ہے کہرام!
برباد پڑے ہین کارخانے
نکبت نے مٹا دیے گھرانے
رونق کا اثر۔ نہ عیش کی بو
اک خاک سی اوڑ رہی ہے ہر سو
اُمید کے دن کی ہو چکی شام
خورشید اب آگیا لبِ بام
اب وقتِ اخیر ہے خبر لو!
جو کچھ کرنا ہے اب بھی کر لو!
تا دیر وہ قوم کا فدائی
وہ خضرِ طریقِ رہنمائی
اُٹھتے ہوئے جوشِ دل سے پیہم
عبرت کا دکھا رہا تھا عالم
افسانۂ غم سنا کے ٹھہرا
سوتون کو جگا جگا کے ٹھہرا
جادو کی بھری ہوئی وہ تقریر
ہونٹون سے ٹپک رہی تھی تاثیر
ترغیب کے ساتھ ساتھ تہدید
کچھ یاس۔ تو کچھ نویدِ امید
کچھ لطف بھی تھا عتاب کیساتھ
تھا زہر یہ قندِ ناب کے ساتھ
باتون مین اثر تھا کِس بلا کا؟
اکبار جو رُخ پھرا ہوا کا!

اُمید کی بڑھ گئی تگ و تاز
خواہش کے بدل گئے ارادے
وہ دوڑ چلے جو پا بگل تھے
جو تھا وہ عجیب جوش مین تھا
اب ملک کے ڈھنگ تھے نرالے
تعلیم کے جا بجا وہ جلسے
بیتاب ہر ایک جزو کُل تھا

اونچی ہوئی حوصلون کی پرواز
ہمّت نے قدم بڑھائے آگے
آندھی ہوئے جو فسردہ دل تھے
مخمور بھی اب تو ہوش مین تھا
اخبار کہین ۔ کہین رسالے
گھر گھر مین ترقیون کے چرچے
ہر بار "بڑھے چلو" کا غُل تھا

نومیدی از وصالِ تو طاقت گداز بود
صد جا گرہ زدیم امیدِ بریدہ را

اسلام کی حالتِ زبون کا
تھا صبر و شکیب کا نہ یارا
تدبیر مرض کی جستجو تھی
"یعنی روشِ علاج کیا ہو؟
کیا ہو کہ اُبھر چلین ذرا ہم؟
یہ پھانس جو چبھی ہوئی نکل جائے
وابستۂ غم کی جان بری ہو

آنکھون مین جو پھر گیا تھا نقشا
غیرت نے دلون کو پھر اُبھارا
ہر بزم مین اب یہ گفتگو تھی
بیمار کو کس طرح شفا ہو؟
اس قید بلا سے ہون رہا ہم
بیمارِ اجل ذرا سنبھل جائے
سوکھی ہوئی شاخ پھر ہری ہو

یہ قوم کی بیکسی تو جائے
یعنی یہ مریض جی تو جائے

تھی بسکہ ہر ایک کو یہی فکر
برسون یہی بحث تھی - یہی ذکر

ہر بزم مین تذکرہ یہی تھا
ہر شخص کا مشغلہ یہی تھا

دانش طلبانِ نکتہ دان نے
عیسیٰ نفسانِ خوش بیان نے

ترتیب دیے بکاوش و کد
بتیس ۳۲ رسالہاے مفرد

لکھے بدلائل و بُراہین ؛
اس بحث پہ مختلف مضامین

وہ نکتہ ورِ حقیقت آگاہ ؛
یعنی مہدی علی ذیجاہ

سید اشرف علی ممتاز
مشتاق حسین نکتہ پرواز

انکے قلمِ گہر فشان سے ؛
آئینِ گذارشِ بیان نے ؛

آسان کردی ہر ایک مشکل
نا طے شدہ رہ گئی نہ منزل ؛

جو بحث تھی دلنشین کی تھی
ہر بات کی چھان بین کی تھی

وہ اسلام کا وہ عروج شاہی
وہ اوج - وہ شانِ کجکلاہی

ایوانِ علوم کی وہ تزئین
تحصیلِ کمال کے وہ آئین ؛

تکمیلِ فنون مین توغل
اکبار پھر اونکا وہ تنزل "

اسطرح غرض کہ جذر و مد کا
کھینچا تھا وہ ٹھیک ٹھیک نقشا

تصویر سی پھر گئی نظر مین
جان آ گئی قالبِ اثر مین

اسباب و علل سے بحث کی پھر
کس بات سے ہی؟ سبب ہوا کیا
پھر اصل سخن پہ کی جو تقریر
تحقیق کے طے کیے مراحل
تدبیر کی صورتین بتائین
القصہ یہ بات کی تھی تسلیم
تدبیر شفا جو ہے - تو یہ ہے
سہتے ہین جو یون غم و تعب ہم
تقویم کہن سے ہاتھ اُٹھائین
سیکھین وہ مطالب نو آئین
تہذیب کے وہ اصول نایاب
وہ گنج گران دانش و فن
کیپلر کی وہ نکتہ آفرینی
اس فیض سے ہم بھی بہرہ ور ہون
جوہر جو کمال کے دکھائین
ہمت کے کھلین جو بال پرواز

یعنی کہ یہ انقلاب نادر
وہ باعث اوج اب ہوا کیا؟
یعنی روش علاج و تدبیر
وا کر دیے عقد ہاے مشکل
جو جو تھین ضرورتین بتائین
یعنی کہ علوم نو کی تعلیم
اس دکھ کی دوا جو ہی - تو یہ ہے
تدبیر یہی ہے بس کہ اب ہم
تہذیب کے دائرے مین آئین
یورپ مین جو ہو رہے ہین تلقین
وہ طرزِ معاشرت کے آداب
وہ فلسفۂ جدید بیکن
نیوٹن کے مسائل یقینی
ہم بھی اسی کان کے گہر ہون
اس بزم مین ہم بھی بار پائین
اس اوج مین ہم بھی ہون عنان تاز

گو صعب نہین ہین یہ مراحل ؛
ہمکو ہے مگر یہ تازہ مشکل ؛

قایم ہین جو آج درسگاہین ؛
جن پر ہین اوٹھی ہوئی نگاہین

سرکار سے ہے قیام جنکو ؛
حاصل ہے قبولِ عام جنکو

اورون کی اگرچہ رہنما ہین
اونکے لیے نسخۂ شفا ہین

جس غم سے مگر تباہ ہین ہم
اوس زخم کے یہ نہین ہین مرہم

اوس درد کی یہ دوا نہین ہین
ناخن یہ گرہ کشا نہین ہین ؛

پیاسے نہین ہم اس ابر ہی کے
درمان یہ نہین ہمارے غم کے

اپنے تو یہ چارہ گر نہین ہین
ہرچند کہ ہین۔ مگر نہین ہین ؛

تعلیم ہی صرف ہو جو مقصود
کافی ہے یہ جس قدر ہے موجود

ادبار کے ہین مگر جو آثار
ہم ایک ہین اور ہزارون آزار

ذلّت سے بھری ہر ایک خو ہے
اخلاق مین سفلہ پن کی بو ہے

آئینِ معاشرت مین بھی ہم
محتاج ہین تربیت کے اسدم

تہذیبِ خیال بھی ہے درکار
تحصیلِ کمال بھی ہے درکار

مقصود ہی دولتِ یقین بھی ؛
تعلیمِ اصولِ شرع و دین بھی

تکمیلِ طریقِ پاکبازی ؛
ترویجِ شریعتِ حجازی

درسِ لغتِ عرب کم و بیش
اتنی جسمین مشکلین ہون درپیش ؛

پھر غیر سے کیا ہو چارہ جوئی؟ — کس کسکا کرے علاج کوئی؟

تدبیر یہ ہے کہ اب سنبھلکر — ہم آپ کھڑے ہون اپنی بل پر

وابستۂ غیر تھے اگر ہم — اب آپ ہون اپنے چارہ گر ہم

اس دشت کو طے کرین سراسر — ہم آپ دلیل راہ بنکر

قایم ہو باتفاق باہم — اک مدرسۃ العلوم اعظم

جو قوم کا مامن و مقر ہو — درمان ہو۔ طبیب چارہ گر ہو

وہ کعبۂ آرزو ہمارا — ہر غم مین ہو چارہ جو ہمارا

آئین و اصولِ فن بتائے — آدابِ معاشرت سکھائے

وہ درس گہ خجستہ انجام — ہو پشت و پناہِ قوم اسلام

ہر عقدۂ آرزو کرے وا — مرکز ہو ہماری حاجتون کا

سامانِ روا سے یہی غرض ہو — یعنی کہ دوا سے ہر مرض ہو

درمان ہو مریضِ خستہ جان کا — مرہم ہو جراحتِ نہان کا"

مشاطہ را بگو کہ براسبابِ حسنِ یار
چیزے فزون کند کہ تماشا بما رسید

والا گہرانِ قوم نے اب — اک مجلسِ تازہ کی مرتب

دیباچۂ نامۂ سعادت — یعنی وہ خزینۃ البضاعت

رائین ہوئین متفق جو سبکی — اب قوم سے یاوری طلب کی
وہ کشتۂ قوم - وہ فدائی ؛ — اوٹھا لیے کاسۂ گدائی ؛
ایک ایک سے عرضِ حال کرتا — در در وہ پھرا سوال کرتا ؛
ہر بزم و ہر انجمن مین پہونچا — ہر باغ مین - ہر چمن مین پہونچا
کاوش سے غرض تھی کچھ نہ کد سے — ملتا تھا ہر ایک نیک و بد سے
مردانِ خدا پرست سے بھی ؛ — رندانِ سیاہ مست سے بھی
ہر زاہد و بادہ خوار سے بھی ؛ — ملتا تھا وہ گل سے خار سے بھی
ٹھہرا جو یہ گرمِ سیر ہو کر ؛ — کعبے بھی گیا وہ دیر ہو کر ؛
مطلب تھا جو خوب و زشت سے بھی — گذرا حرم و کنشت سے بھی
پستی سے ملا فلک کی صورت — ذرّون مین رہا چمک کی صورت
صوفی - عالم - رشید و گمراہ — والا گہرانِ صاحبِ جاہ ؛
دانش طلبانِ نکتہ اندوز — کم حوصلگانِ حیلہ آموز
مطلب کا ہر اِک سے تھا طلبگار — ہر خوان سے تھا وہ زلّہ بردار
گذرا وہ ہر ایک رہ گذر پر — دی اوسنے صدا ہر ایک در پر
کس بزم مین یہ فغان نہ پہونچی ؟ — آہ اوسکی کہان کہان نہ پہونچی ؟
ہر اِک کو یہ ماجرا سنایا ؛ — ہر بزم مین اپنا راگ گایا

نالے کیے داغ دل دکھا کر
کیا کیا نہ مصیبتیں اُٹھائیں؟
ناکام رہا صدائیں دے کر!
حنظل پائے شکر کے بدلے!
لعل اوسنے دیے۔ شرار پائے!
کیا تلخ ملے جواب اوس کو!
برگشتہ کہا کسی نے دیں سے!
خود قوم کو ہو گئی تھی یہ کد
جیسے تھے یہی ز غرب تا شرق
گو ناوک ظلم کا ہدف تھا
منظور جو قوم کا تھا اعزاز
دشنام کو وہ دعا ہی سمجھا!
جور اوسنے سہے کرم کے بدلے!
ہر چند یہ مشکلیں تھیں درپیش
دل کو نہ رہا تھا آسرا بھی
بیگانہ عزیز و خویش ٹھہرے

رویا کبھی حالِ غم سُنا کر
ہر طرح کی ذلتیں اُٹھائیں!
دشنام سُنی دعائیں دے کر!
سنگ اوسکو ملے گہر کے بدلے!
گُل نذر کیے۔ تو خار پائے!
کیا کیا نہ دیے خطاب اوس کو!
لعنت کا صلہ ملا کہیں سے
زندیق کہا۔ کسی نے مرتد!
وہ اپنی ہی دھن میں تھا مگر غرق
وہ شیفتہ پھر بھی سر بکف تھا
ذلت پہ بھی اپنی تھا اُسے ناز
وہ درد کو بھی دوا ہی سمجھا!
لطف اوسنے کیے ستم کے بدلے!
گو غیر تھے سب یگانہ و خویش
یاروں میں وفا نہ تھی ذرا بھی!
سمجھا جسے نوش نیش ٹھہرا

یہ زحمتین گو تھین ساتھ اُسکے — پُرزور تھے پر جو ہاتھ اُسکے
آگے وہ بڑھا۔ ہٹا کے سب کو — طے کر گیا جادۂ طلب کو
آئے تھے جو سنگِ راہ بنکر — سب اوڑ گیے برگ کاہ بنکر
ناکام رہے وہ جنکو تھی لاگ — خاشاک سے دب سکی نہ یہ آگ
کی خس نے اگرچہ لاکھ تدبیر — صرصر کا نہو سکا عنان گیر
آتش پہ ٹھہر سکا نہ سیماب — خاشاک سے رُک سکا نہ سیلاب
باطل کو جو حق نے کردیا پست — اب نیستی نے پائی صورتِ ہست
آہون نے دکھائی اوسکی تاثیر — کام آئے وہ نالہاے شبگیر
پُرزور جو اوسکی داستان تھی — لبریزِ اثر جو وہ فغان تھی
ٹھنڈے ہوے۔ تھے جو گرم خو بھی — دل تھام کے رہ گئے عدو بھی
ہمّت تھی جو شمعِ راہ اوسکی — خالی نہ گئی وہ آہ اوسکی
ہونی تھی کہ قوم کے پھرین دن — نالے نہ رہے اثر کیے بن
آمادہ ہوے برائے امداد — عالی بنشانِ صاحبِ داد
وہ اوج فزاے شوکت و جاہ — سرکارِ نظام خلّد اللہ
وہ مستندِ عدالت و داد — یعنی وہ رئیس مصطفےٰ باد
وہ صاحبِ سیرتِ رضیہ — دستورِ کبیرِ آصفیہ

تھے ملک مین اور بھی جو ذیجاہ
اسلام کے یاور و ہواخواہ

فیاضیون کے دکھائے آثار
یا ابرِ کرم ہوا گہربار

امید نے بھی برغمِ دشمن
بھر بھر لیے اپنے جیب و دامن

وان بحرِ کرم کو آگیا جوش
یان مطلب و آرزو تھی ہمدوش

پیدا جو ہوا خیالِ غیرت
یہ تھا اثرِ کمالِ غیرت

اِس جوش مین بھر گیے بد و نیک
تھا چور اسی نشے مین ہر ایک

نادار تھا یا کہ اہلِ زر تھا
ہر اک کو یہ مطمحِ نظر تھا

"روشن ہو یہ شمعِ راہِ حاجت
تعمیر ہو قبلہ گاہِ حاجت"

آخر بہزار جاہ و اجلال
طالع ہوا آفتابِ اقبال

روشن ہوئی بزمگاہِ اُمید
نکلا اُفقِ شرف سے خورشید

قائم ہوا یادگارِ ایام
وہ مدرستہ العلوم اسلام

افتتاح کی تھی جو دلربا رسم
کس شان سے یہ ہوئی ادا رسم

مجمع تھا جو اہلِ علم و فن کا
کچھ ڈھنگ نیا تھا انجمن کا

کس شوق سے تھے شریکِ صحبت
عالی منشانِ قوم و ملت

جنکو کہ یہ دُھن لگی تھی جی سے
پھولے نہ سماتے تھے خوشی سے

تھا لارڈ لٹن جو صدرِ محفل
فرزانہ و ہوشمند و عاقل

بنیاد کے سنگِ اولین کو ۔۔۔ رکھا تو کہا کہ اے عزیزو!

گو سرورِ انجمن ہے یورپ ۔۔۔ سرچشمۂ علم و فن ہے یورپ

باایں ہمہ جاہ و شوکت و فر ۔۔۔ ہی اہل عرب کا سایہ پرور

سیکھے ہین اصولِ فن انھین سے ۔۔۔ لی ہے روشِ سخن انھین سے

ہون آج جو مین شریکِ محضر ۔۔۔ رکھتا ہون جو اس بنا کا پتھر

مقصود ہے ۔ یہ چاہتا ہون ۔۔۔ اوس حق سے کسی قدر ادا ہون

خالق سے دعا ہی اب کہ جاوید ۔۔۔ روشن رہے یہ چراغِ امید!

ذرہ ہے تو مہر آسمان ہو! ۔۔۔ قطرہ ہے تو بحرِ بیکران ہو!

ز شرح قصہ ما رفتہ خواب از چشم خاصان را
شب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ میخیزد

یہ حاصلِ نالہاے شبگیر ۔۔۔ یہ قوم کی آرزو کی تصویر

یہ اوج دہ خیالِ امید ۔۔۔ یہ قوم کا نونہالِ امید

صد شکر کہ آج بارور ہے ۔۔۔ جو شاخ ہے اوسکی پُر ثمر ہے

لایا ہے وہ برگ و بار کیسا! ۔۔۔ اعدا کو ہے خار خار کیسا!

بخت اوسکا جو آج اوج پر ہے ۔۔۔ ہر لحظہ برونقِ دگر ہے

یہ اوس کی ترقیون کا ہے طور ۔۔۔ کل اور تھا آج ہو گیا اور

پہلے سے یہ آب و تاب ہی آج
کل شمع تھا آفتاب ہے آج

اس چشمۂ فیض سے ہے سیراب
بنگال سے تا حدود پنجاب

دانش طلبانِ قوم اکثر
ہین جمع ہر اک جگہہ سے آکر

کس نخل کے یان ثمر نہین ہین؟
کس کان کے یان گہر نہین ہین؟

اس باغ مین کوئی آکے دیکھے
اسلام کے ہونہار پودے

ہر چند یہ اوج ہے! یہ شان ہی!
وہ بات مگر ابھی کہان ہے؟

سامان جو اسنے کچھ بہم ہین
ہر چند بہت ہین۔ پھر بھی کم ہین

جس دشت مین فکر ہے عنان تاز
جس اوج پہ ہی ہوس کی پرواز

جو پیش نہادِ آرزو ہے
جس سمت عنانِ جستجو ہے

جس کے لیے ناصبور ہین ہم
اوس جا سے ہنوز دور ہین ہم۔

ناطے شدہ منزلِ طلب ہے
اُمید ہنوز تشنہ لب ہے

باقی ہین بہت سے کام ابتک
تعمیر ہے ناتمام ابتک

آتا ہے یہان جو کوئی ممتاز
سُنتا ہے یہ بام و در سے آواز

"اے قوم! کہان ہے تو کدہر ہے
کیون حال سے میرے بیخبر ہے؟

تو۔ اور مری خبر نہ لے۔ قوم!
کس نیند مین سوگئی ہی؟ ای قوم!

جو لوگ دکھا چکے ہین ہمت
اونسے تو نہین ہی کچھ شکایت

افسوس تو اور نیہ ہے کہ اب بھی — ہین گم شدہ رہ ترقی !
جلوے جو دکھا رہا ہے ادبار — اوہام غلط مین ہین گرفتار
ابتک بھی جو برسر کجی ہین — گو اپنے ہین پھر بھی اجنبی ہین
سچ یہ ہی کہ جب ضد آپڑی ہے — پھر قوم کی اونکو کیا پڑی ہے!
گو قوم شکستہ حال ہوجاے — برباد ہو - پائمال ہوجاے
افلاس مین ٹھوکرین بھی کھاے — اغیار کے ناز بھی اوٹھائے
پوچھے کوئی بد نہ نیک اوسکو — ٹھکرا کے چلے ہر ایک اسکو
سہنے ہین پڑے اوسی شب و روز — اغیار کے طعنہ ہاے دل دوز
یاور نہ کوئی - نہ چارہ گر ہو — سہے خوار - تو اور خوار تر ہو
ہر ایک کے دل پہ بار ہو کر — مٹ جاے ذلیل و خوار ہو کر
یہ سب ہو - پر اونکی ضد نجائے — حق بات کبھی نہ دل مین آئے
گو قوم پہ لاکھہ آفتین آئین — ممکن ہے کہ یہ ذرا بدلجائین؟
جاتے نہین وہم باطل انکے — پتھر سے بنائے ہین دل انکے
اتنے جو نہ کج خیال ہوتے — کیون آج شکستہ حال ہوتے؟
سید سے اگر ہے بغض للہ — وہ خادم قوم اگر ہے گمراہ
کچھہ آپ ہی انتظام کرتے — اسلام کو نیکنام کرتے

باتین نہ فقط بنا کے رہتے
اسلام کی دوستی - تو یہ تھی
یہ وقت جو آپڑا ہے مشکل
اک عرضۂ گہ قبول ورد ہے
یان حال سے کھُلے گا این وآنکا
اے مدّعیانِ حُبِّ اسلام!
دعوے ہین - تو کچھ ہنر دکھاؤ
دیکھو! رہِ جستجو یہی ہے
اندازِ عرب اگر ہے خو مین!
موقع ہے یہی ہنر دکھاؤ!
کردو جو گذشتہ کی تلافی!
گو دورِ فلک ہوا دگرگون
اسلاف کے وہ اثر ہین اب بھی
اس حال مین بھی روش وہی ہے
اس جام مین ہے شراب باقی!
گو خوار ہین طرز وخو وہی ہی

جو مُنہ سے کہا دکھا کے رہتے
اُلفت کی دلیل تھی - تو یہ تھی
ہے پردہ کُشاے حق وباطل
معیارِ تمیز نیک و بد ہے
دنگل ہے وفا کے امتحان کا
حجرون مین تو اب کرو نہ آرام!
ہمّت کے قدم ذرا بڑھاؤ!
میدان یہی ہے اگو یہی ہے
باقی ہے وہ جوش اگر لہو مین!
جو کہتے تھے آج کر دکھاؤ!
ثابت ہو زمانے پر کہ اب بھی
پھر بھی تو رگون مین ہے وہی خون!
اس راکھ مین کچھ شرر ہین اب بھی!
دن ڈھل بھی گیا طپش وہی ہے!
اب تک ہے گہر مین آب باقی!
مرجھا گیے پھول - بو وہی ہی!

هذا ولقد بلغت اقصاه
فَاسعَوا وَتوَكَّلُوا عَلَى الله !

راقم

سرگذشتِ عہدِ گل را ہم ز شبلی میشنو
عندلیب آشفتہ تر گفتست این افسانہ را

اصل میں یہ شعر نظیری کا ہے ۱۲ منہ

دبا الخیر تمت

اشتہار چھاپہ خانہ مطبع مفید عام آگرہ

خداکے فضل وکرم سے اس مطبع مین ہرقسم و ہرزبان کی کتابین اردو و ہندی
فارسی - عربی - بہایت خوشخط صحیح وعمدہ جلد ارزان نرخ پر عمدہ سیاہی مصالحہ
سے لیتھو مین طبع ہوتی ہین - عدالتون ومحکمہ بندوبست اور چنگی وغیرہ
کے جملہ کاغذات بہی چھپتے ہین یہ نامی مطبع پینتیس ۳۵ برس سے اپنے
فرائض منصبی کو نہایت ایمانداری اور خوش معاملگی سے ادا کررہا ہی اور اسکی
شہرت و نیک نامی روزافزون ہے اور اس مطبع مین کتب بہ نسبت
اور مطابع کے بہت خوشخط وصاف وعمدہ چھاپی جاتی ہین جن صاحبونکو
کچھ چھپوانا ہو اُن کو کیفیت نرخ وغیرہ کی خط وکتابت سے معلوم ہوسکتی
ہے نمونہ کے لیے ہمارے مطبع کی چھپی ہوئی کتابین کافی ووافی ہین فقط

المشتہر

محمد قادر علی خان صدیقی مالک ومہتمم مطبع مفید عام آگرہ